ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

ڈاکٹر خیال امروہی کی نظم، "المیہ" کا اسلوبیاتی مطالعہ

A STYLISTIC STUDY OF DR. KHAYAL AMROHI'S POEM "ALMIA"

☆ڈاکٹر محمد افضل صفی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج کروڑ لعل عیسن
☆☆محمد اشرف
لیکچرار شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان
☆☆☆پروفیسر ڈاکٹر امتیاز حسین
پروفیسر، شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

ABSTRACT

Stylistics is the scientific study of style. Stylistic analysis is done on a scientific and objective basis, but the analysis is descriptive in nature. The stylistic study is done at different levels of language. The literary text is analyzed from a phonetic, lexical, and grammatical point of view. The stylistic analysis explores the stylistic deviation or adherence in a given literary piece. It brings the stylistic elements of a literary work to the fore. Rather, a literary artist establishes his unique identity through the use of these features of style. This article provides a stylistic analysis of Dr. Khayal Amrohi's poem "Almia". Dr. Khayal Amrohi was one of the stalwarts of the progressive writers' movement in Urdu Literature. He persisted in the ideals of the movement and was one of the authentic voices against social injustice, exploitation, and backwardness in society. The poem understudy brims with intellectual profundity and is studded with nuances of expression and distinctiveness of style. The present article is an attempt to unveil the linguistic aspects of the poem through its stylistic analysis.

Keywords- *Khayal Amrohi, stylistic deviation, stylistic parallelism, grammar, poem, hexagon*

اسلوبیات اسلوب کے سائنسی مطالعے کا نام ہے۔ اسلوبیاتی تجزیے سائنسی اور معروضی بنیادوں پر عمل میں آتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ایک فن پارے سے جو عام تاثر ابھر رہا ہے اسلوبیات میں بھی وہی نتائج نکلیں۔ اسلوبیات کا انداز توضیحی نقطۂ نظر کا حامل ہوتا ہے۔ اسلوبیاتی مطالعہ زبان کی مختلف سطحوں معنیاتی، صرفی نحوی، لغوی اور قواعدی وغیرہ کا لسانی تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس میں لسانی انحراف اور لسانی متوازیت کو بھی عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس طریقے سے کسی بھی تخلیقی فن پارے کے لسانی خصائص سامنے آجاتے ہیں۔ انھی خصائص کی بنا پر شاعر یا ادیب اپنی مختلف شناخت قائم کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اسلوبیات اسلوب کے لیے جینیاتی ڈھانچہ فراہم کرتی ہے۔ یہ معروضی اور تجزیاتی طریق کار سے اگلے منطقوں میں قدم رکھتی ہے۔ "اسلوبیات زبان کے ماضی، حال اور مستقبل یعنی جملہ امکانات کو نظر میں رکھتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسلوبیات میں اسلوب کا تصور تجزیاتی، معروضی نوعیت رکھنے کے باوجود تاریخی، سماجی جہت کی راہ کو کھلا رکھتا ہے۔"(1) اسلوبیاتی تجزیہ سائنسی اور معروضی بنیادوں پر عمل میں آتا ہے۔

"لیکن اس کا انداز توضیحی (Descriptive) ہوتا ہے۔ اسلوبیاتی تنقید میں زبان کی تمام سطحوں (صوتی، معنیاتی، صرفی، لغوی، نحوی، قواعدی اور معنیاتی) کے حوالے سے متن کے اسلوبی خصائص کی توضیح پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔" (2) یہی اسلوبیاتی خصائص کسی ادیب کی انفرادیت متعین کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ صوتیات، لفظیات، نحویات کا معروضی تجزیہ فن پارے کا لسانی یا اسلوبیاتی مطالعہ کہلاتا ہے۔ یہ مشرقی شعریات سے بالکل الگ طرزِ تنقید ہے۔ اس میں لسانی انتخاب و انحراف کو معروضی اور توضیحی سطح پر دیکھا جاتا ہے۔ جس کے لیے فور گراؤنڈنگ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ فور گراؤنڈنگ کی دو صورتیں ہیں۔ اگر فن پارے میں غیر متوقع بے قاعدگی وقوع پذیر ہوتی ہے تو وہ لسانی انحراف کی شکل ہوگی۔ اگر غیر متوقع باقاعدگی نظر آئے تو وہ لسانی متوازیت کہلائے گی۔

انھی تکنیک پر عمل کرتے ہوئے اگر فن کار اپنی تخلیق میں تبدیلیاں لاتا ہے یا غیر متوقع طور پر انحراف کرتا ہے یا غیر متوقع طور پر پابندی کرتا ہے تو اس کے فن پارے میں ایسے لسانی خصائص در آتے ہیں جو اس کی شناخت اور پہچان کا سبب بن جاتے ہیں۔ اس میں دیکھا یہ جاتا ہے کہ مروجہ اصولوں کی کہاں تک پاسداری کی گئی اور کس حد تک انحراف برتا گیا ہے۔ کون کون سی لفظیات، مرکبات و تراکیب کو برتا گیا ہے اور کس انداز میں برتا گیا ہے۔ یہ ساری باتیں فن پارہ کی تفہیم میں قاری کی معاون ہوتی ہیں۔

عربی اردو فارسی شعری ادب میں ہیئت اور عروض کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ میری ذاتی رائے میں جب ہم مشرقی شعری ادب پر بات کریں تو اسلوبیات میں اس کے بنیادی فنی تقاضوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ چونکہ دیگر صورتوں کی طرح ہیئت اور عروض میں بھی انحراف و انتخاب کی صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ اب نظم "المیہ" پر بات کرتے ہیں۔ ("کلیاتِ خیال امروہی" سے قبل یہ نظم ان کی کتاب "گنبدِ بیدر" میں 1973ء کو شائع ہوئی تھی)۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

یہ نظم بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف میں کہی گئی ہے جس کے ارکان: مفعول، مفاعیل، مفاعیل، فعولن ہیں۔ مسدس کی ہیئت میں دس بندوں پر مشتمل ہے۔ بندوں میں تقسیم کی وجہ سے اسے ہم مسمط بھی کہہ سکتے ہیں۔ نمونے کے طور پر پہلا بند ملاحظہ فرمائیں۔

خوں رنگ ہے تقاشِ تخیل کی بلاغت

زہراب میں ڈوبی ہوئی پاؤ گے عبارت

دل سرد ہے افکار پہ طاری ہے نقاہت

اے دیدہ ورو مجھ سے تقاضائے لطافت

دیمک نے جسے چاٹ لیا ہے وہ جسد ہوں

احساس کا مرگھٹ ہوں تمنا کی لحد ہوں(3)

اس کی ہیئت پر بات کرتے ہیں۔

1۔ ہر بند کے پہلے چاروں مصرعے باہم، ہم قافیہ ہیں۔ پانچواں اور چھٹا مصرع باہم، ہم قافیہ اور ہم ردیف ہیں۔ نو بندوں میں اسی تکنیک کو بروئے کار لایا گیا ہے۔

2۔ نو بندوں میں پہلے چاروں مصرعے ہم قافیہ ہیں اور غیر مردف ہیں۔ صرف پانچواں بند ایسا ہے جس میں ردیف کا اہتمام کیا گیا ہے۔

3۔ دس بندوں میں سے صرف پانچواں بند ایسا ہے جس کی ترتیب باقی تمام بندوں کے برعکس ہے۔ اس کے چاروں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہیں جبکہ دیگر نو بندوں میں یہ التزام نہیں کیا گیا۔ اب ردیف اور قوافی پر نظر ڈالتے ہیں۔

آٹھ بندوں میں پانچویں اور چھٹے مصرعے کی ردیف یک لفظی ہے۔ صرف چوتھے اور ساتویں بند میں صورتحال مختلف ہے۔ چوتھے بند کے پانچویں اور چھٹے مصرعے کی ردیف تین لفظی ہے۔ جبکہ ساتویں بند میں دو لفظی ہے۔

اس نظم کے کل ساٹھ (60) مصرعوں میں سے اڑتیس (38) مصرعے غیر مردف ہیں۔ اٹھارہ (18) مصرعے یک لفظی دو مصرعے تین لفظی اور دو مصرعے دو لفظی ردیف پر مشتمل ہیں۔ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر خیال امروہی نے ردیف کو سہارا نہیں بنایا۔ وہ ردیف کے بغیر بھی اچھے شعر کہنے پر قادر تھے۔ ان کی غزلوں میں بھی لمبی ردیفیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مختصر ردیفیں عام ملتی ہیں۔

"المیہ" کے قوافی پر بات کریں تو دوسرے، چھٹے اور دسویں بند کے پہلے چاروں مصرعوں کا قافیہ ایک ہے۔ اس نظم کو دوسرے، چھٹے، ساتویں اور دسویں بند کے پہلے چار مصرعوں کے قوافی کا آخری حرف "ر" ہے۔ "ر" ہند آریائی اور عربی فارسی کی مشترک آواز ہے اور ارتعاشی مصمتہ ہے۔ خیال امروہی کو اس حرف سے خاص رغبت محسوس ہوتی ہے۔ اس نظم میں "ر" پر مشتمل متعدد قوافی موجود ہیں۔ دیکھیے:

افکار، خریدار، بازار، طلب گار، زردار، پندار، زنگار، نمودار، ہوادار، حاشیہ بردار وغیرہ ہیں۔ اس نظم میں "بازار" دوبار استعمال ہوا ہے۔ اب آتے ہیں ردیف کے حوالے سے اسلوبیاتی انحراف کی طرف:

اس نظم کے چوتھے، پانچویں اور ساتویں بند میں ردیف کے حوالے سے اسلوبیاتی انحراف موجود ہے۔ چوتھے بند کے پانچویں اور چھٹے شعر میں ردیف تین لفظی ہے۔

خامہ ہو کہ شمشیر ہو اوروں کے لیے ہیں

افکار و خیالات بھی غیروں کے لیے ہیں(4)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

"کے لیے ہیں" ردیف ہے۔ پانچویں بند کے پہلے چار مصرعوں میں دیگر بندوں کی نسبت انحراف موجود ہے۔ دیکھیے:

احساس ہے باقی نہ زباں ہے نہ قلم ہے

تیشہ ہے نہ تلوار نہ خنجر نہ عَلَم ہے

ہمت ہے نہ جرأت ہے نہ وہ جاہ و حشم ہے

سینے میں حرارت نہ جسارت ہے نہ رَم ہے(5)

ردیف "ہے" یک رکنی ہے۔ ساتویں بند کے پانچویں اور چھٹے مصرع میں پہلی ترتیب کی نسبت غیر متوقع انحراف کیا گیا ہے۔

زحمات نئی کلفت و آلام نئے ہیں

صیاد پرانے ہیں مگر دام نئے ہیں(6)

"نئے ہیں" دو رکنی ردیف ہے۔

لسانی متوازیت لفظی، فکری، صوتی ربط کی صورت میں پیدا ہوتی ہے جس میں متن کے دو ایک جیسے ٹکڑے بھی ہو سکتے ہیں۔ مختلف مترادفات، لفظی تکرار یا دیگر ملتی جلتی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ جن لسانی ساختوں کے درمیان لسانی متوازیت موجود ہوتی ہے ان کا باہم کوئی تعلق بھی ضرور ہوتا ہے۔ مذکورہ نظم میں لسانی متوازیت کی خوب صورت مثالیں موجود ہیں۔ پہلے بند کے قوافی میں صوتی متوازیت موجود ہے۔ بلاغت، عبارت، نقاہت، لطافت میں لسانی متوازیت ایک صوت کے ذریعے در آتی ہے۔ ہر لفظ کا "ت" کے مصمتے پر اختتام ہو رہا ہے۔ مختلف نحوی ٹکڑوں میں اسم، فعل ، حرف کی ترتیب سے بھی لسانی متوازیت پیدا ہوتی ہے۔ چند مثالیں دیکھیے:

1. جسد ہوں

(اسم + فعل)

لحد ہوں

(اسم + فعل)

2. اجل ہوں

(اسم + فعل)

زحل ہوں

(اسم + فعل)

3. نہ قلم ہے

(حرف نفی + اسم + حرف)

نہ عَلَم ہے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

(حرف نفی+اسم+حرف)

مذکورہ نظم میں صنعتِ تضاد سے بھی لسانی متوازیت کا کام لیا گیا ہے۔ مثلاً

"مُردوں سے بھی بدرنگ ہیں زندوں کے قیافے"

"مردوں"، "زندوں" کے تضاد میں لسانی متوازیت موجود ہے۔

اس نظم کی ایک خوبی یہ ہے کہ اگر اس کے ہر بند کے آخری دو دو مصرعے لے کر یک جا کر دیے جائیں تو مثنوی سے ملتی جلتی صورت میں ایک منضبط نظم تشکیل پاتی ہے جو اپنے معنوی اعتبار سے شاعر کا المیہ بیان کرتی ہے۔

ابتدائی بندوں میں ردیف "ہوں" ہے آخری میں پھر "ہوں" ہے۔ یوں لگتا ہے شاعر کا ذاتی المیہ درمیان میں آفاقی بن جاتا ہے اور آخر میں ردیف "ہوں" پھر اسے ذات کی طرف موڑ دیتی ہے۔ لیکن یہاں آفاقیت ذات کے دریچے سے جھانکتی دکھائی دیتی ہے اور المیہ آفاقی ہی رہتا ہے۔ دیکھیے:

دیمک نے جسے چاٹ لیا ہے وہ جسد ہوں

احساس کا مرگھٹ ہوں تمنا کی لحد ہوں

غرقابِ ندامت ہوں طلب گارِ اجل ہوں

منحوس ہوں ملت کے مقدر کا زحل ہوں

کس منہ سے زمانے کو بتاؤں کہ میں کیا ہوں

سنتا ہوں کہ ناکردہ گناہوں کی سزا ہوں

خامہ ہو کہ شمشیر ہو اوروں کے لیے ہیں

افکار و خیالات بھی غیروں کے لیے ہیں

اپنوں نے گرائے مرے گھر کے در و دیوار

ملبہ جو بقایا تھا اٹھا لے گئے اغیار

تخریب کی تلوار ابھی اور چلے گی

طبقات کے دوزخ میں مری لاش جلے گی

زحمات نئی کلفت و آلام نئے ہیں

صیاد پرانے ہیں مگر دام نئے ہیں

اظلام قیادت میں کرے مہرِ سخن کیا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

اس عصرِ پر آشوب میں میں کیا مرا فن کیا

اوہام کی خندق میں کچھ اس طرح گرا ہوں

صدیوں میں بھی واقف نہ ہوا میں کہ میں کیا ہوں

بیٹھا ہوں سرِ قبرِ خرد خاک بسر ہوں

میں نوحہ گرِ غیرتِ افکارِ بشر ہوں(7)

ہر بند کے پانچویں اور چھٹے مصرع کو یک جا کرنے سے زیر سطح نیا معنیاتی نظام وجود میں آتا ہے۔

اس نظم کے لفظی سرمائے کو جمع کر کے باہم مربوط لفظی زمرے بنائے جائیں تو یوں بنتے ہیں:

1۔ مکتب، تہذیب، علم، خرد، ادیان، ایقان، دل، حقیقت، زبان، قلم، افکار

2۔ گھر، ملبہ، مٹی، اجسام، زندوں، مردوں، حرارت، ارباب

3۔ زحمات، کلفت، صیاد، خندق، زحل، دیمک، زمانہ

4۔ لفافے، صافے، دلال، بازار، صدیوں، سیاست

5۔ تیشہ، تلوار، خنجر، خون

پہلا زمرہ نہایت اہم ہے۔ اس کا کلیدی لفظ "افکار" ہے۔ اس زمرے کے باقی تمام الفاظ مکتب، تہذیب، علم، خرد، ادیان، ایقان، دل، حقیقت، زبان، قلم وغیرہ اس کے مناسبات ہیں جو نظم کا خارجی ڈھانچا (Surface structure) پیش کرتے ہیں۔ جب ہم خارج سے داخل کی طرف رجوع کرتے ہیں تو شاعر کی فکر میں موجود اداسی اور بے چینی کی ایک تیز رو محسوس ہوتی ہے۔ وہ خرد اور افکار کے بل بوتے پر دنیا کو آگے بڑھتا دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے سامنے بے شمار تہذیبی رکاوٹیں ہیں۔ کہیں مذہب کے معاملات ہیں، کہیں ادیان کا ٹکراؤ، کہیں چرب زبانی ہے تو کہیں قلم کی مجبوری حقیقت کے اظہار سے قاصر ہے۔ حقیقت ظاہر ہونے کی بجائے کئی پردوں میں چھپ گئی ہے۔ نظم میں یہی اسباب شاعر کی دل گرفتگی کا موجب ہیں۔

تخیل خون رنگ ہے۔ زندگی کی ہر عبارت زہر اب میں ڈوبی ہے۔ افکار پہ نقاہت چھائی ہوئی ہے۔ ہر جسد کو دیمک چاٹتا جا رہا ہے۔ احساس کی موت ہو چکی ہے۔ وہ افکار جن میں ملی غیرت تھی ان کا کوئی خریدار نہیں رہا۔

صاحبِ فکر اگر کوئی بات کرے تو اسے ذلت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ زندگی کے معنوی اسباب گروی رکھے جا چکے ہیں۔ کوئی مخلص انسان باقی نہیں رہا۔ اربابِ اختیار دلال کا روپ دھار چکے ہیں۔ مذہبی جنونیت زوروں پر ہے، قلم، تیشہ، تلوار، خنجر کچھ باقی نہیں رہا۔ جن کی مدد سے انقلاب کی امید ممکن تھی۔ صاحبِ ثروت دولت کی ہوس میں دیوانے ہو چکے ہیں۔ خود نمائی میں غرق ہیں۔ طبقاتی نظام سماج کو ہڑپ کرنے کے درپے ہے۔ ہر جگہ سازشیں پنپ رہی ہیں۔ ایقان مفلوج ہو چکا ہے۔ انسان اپنی عزت و توقیر سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ اخلاقیات جدید علم کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ تہذیبی قدروں کو سیاست نے اچک لیا ہے۔

ایسے میں علم و فن کی قدر کون کرے گا۔ خرد پر نوحہ گری کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ پہلے زمرے کے اکثر الفاظ اسما ہیں۔ نظم میں اسما کے ساتھ افعال کا فنکارانہ استعمال نظم کے حسن میں اضافہ کر رہا ہے۔

مبتدا خبر کے حوالے سے بھی اس نظم میں عمدہ تکنیک کا اہتمام کیا گیا ہے۔ عام طور پر مبتدا پہلے اور خبر بعد میں ہوتی ہے۔ لیکن اس نظم میں دونوں صورتیں موجود ہیں۔ کچھ مثالوں سے واضح کرتا ہوں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

مبتدا مقدم، خبر موخر کی مثالیں:

ہر فرد ہے ثروت کے تقاضوں کا طلب گار

☆

اپنوں نے گرائے مرے گھر کے در و دیوار

☆

اوہام کی خندق میں کچھ اس طرح گرا ہوں

اردو زبان کے قاعدے کے مطابق مبتدا پہلے اور خبر بعد میں آتی ہے۔ اب اس کے الٹ مثالیں دیکھیے:

خبر مقدم، مبتدا موخر:

خوں رنگ ہے نقاشِ تخیل کی بلاغت

☆

گروی ہیں کہیں اور مرے معنوی اسباب

☆

دلّال ہیں میرے جو بنے ہیں مرے احباب

خبر مقدم کے اہتمام کرنے سے بات کا تاثر مجروح نہیں ہوا بلکہ پر لطف ہو گیا ہے۔

اسمِ موصول پوری نظم میں سات بار استعمال ہوا ہے۔ سات میں سے "جو" کی صورت میں چار بار اور "جسے"، "جس" اور "جن" کی شکل میں ایک ایک بار نہایت قرینے سے استعمال ہوا ہے۔

ڈاکٹر خیال امروہی مضمون کے شاعر ہیں۔ ان کا رجحان اسمیت (Nominalization) کی طرف زیادہ ہے۔ فعلیت (Verbalization) ان کے ہاں کم ملتی ہے۔ زیرِ مطالعہ نظم میں اسما کی تعداد بہ نسبت افعال کے زیادہ ہے۔ اسمیت عام بول چال کی زبان سے ہٹ کر استعمال ہوتی ہے اور اسلوب متعین کرنے میں معاونت کرتی ہے۔ اسمیہ اسلوب میں زیادہ تنوع نہیں پایا جاتا۔ اس میں اسلوبیاتی تنوع کے امکان بہت کم ہوتے ہیں۔ فعلیہ اسلوب پیدا کرنا اسمیہ اسلوب سے زیادہ مشکل ہے۔ فعلیہ اسلوب میں تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔ "فعلیت سے ترسیلِ معانی میں زیادہ مدد ملتی ہے۔"(8) اس نظم سمیت ان کی پوری شاعری کے تناظر میں دیکھا جائے تو بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے جس طبقے کے لیے لکھا وہ اسے نہ سمجھ سکا اور جس طبقے نے سمجھا وہ ان کا مخالف تھا۔ میں اسے ان کی زندگی کا المیہ سمجھتا ہوں۔ انھوں نے عام آدمی کے حق میں آواز بلند کی۔ لیکن ان کا اسلوب اتنا مفرس اور مشکل تھا کہ ان کی بات وہاں تک پوری شدومد سے نہ پہنچ سکی جہاں وہ پہنچانا چاہتے تھے۔ ان کا مفرس اور ترفع پسند اسمیہ اسلوب عام آدمی اور ان کے درمیان رکاوٹ بن گیا اور رابطے کا عمل ادھورا رہ گیا۔ لیکن پھر بھی ان کے اخلاصِ نیت اور سادہ طرزِ زندگی کی بنا پر ان کی فکر عام آدمی تک قدرے دھیمے انداز میں ہی سہی، پہنچی ضرور۔ خیال امروہی کا شمار ان ترقی پسند ادبا میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو ظلم، بربریت اور جبر و استحصال کے خلاف استعمال کیا۔ ہمیشہ مظلوم کی طرف داری کی۔ عمر بھر قلمی جہاد میں مصروف رہے۔ ظلم کے خلاف آواز بلند کی۔ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، جاگیر دارانہ نظام اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ اب آتے ہیں اس نظم کے تراکیب و مرکبات کی طرف:

اس میں مرکبات کی تین صورتیں ملتی ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

1۔ **فارسی مرکبات**

نقاشِ تخیل، غیرتِ ملی، غرقابِ ندامت، ناوکِ تذلیل، منزلِ موہوم، صورتِ بز، صورتِ قصاب، نہفتِ تعمیر، کشورِ تخریب، صیدِ سخن، غمِ دوراں، آلودۂ زنگار وغیرہ۔

اس نظم میں تین یا چار لفظی مرکبات بھی موجود ہیں۔

سیر قبرِ خرد، نوحہ گرِ عشرتِ افکار، سیر کوچہ و بازار، طلب گارِ اجل، اثرِ پر آشوب۔

2۔ **اردو مرکبات**

احساس کا مرگھٹ، تمنا کی لحد، عزائم کی کٹھالی، گھر کے در و دیوار، ثروت کے تقاضوں، ذات کا چکار، تخریب کی تلوار، طبقات کا دوزخ، اوہام کی خندق، زندوں کے قیافے، تمدن کی دہائی، تاریخ کا آئینہ وغیرہ۔

3۔ **فارسی اردو مرکبات کا جوڑ**

غمِ دوراں کی کلائی، نقاشِ تخیل کی بلاغت، غیرتِ ملی کے نشان وغیرہ۔ ان مرکبات کو زبان دانی کے اصولوں کے مطابق تخلیقی رنگ میں برتا گیا ہے۔

فعل کی شکلیں:

"المیہ" میں افعال کو اس انداز سے برتا گیا ہے کہ وہ اسما کے ساتھ یک جان ہو گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

ڈوبی ہوئی، پاؤ گے، چاٹ لیا، بھالے تھے، رُلتے ہیں، کیسے بتاؤں، ٹھہرے ہو، سنتا ہوں، بنے ہیں، گرائے، اٹھالے گئے، ٹوٹیں، چکا رہے، چلے گی، جاری رہنا، کرتے ہیں، مروڑیں، دیتا ہے وغیرہ کا استعمال خوب صورتی سے ہوا ہے۔

ایک اور بات ایک طرف تو وہ خالص عربی، فارسی اسما استعمال کرتے ہیں جن کا اردو میں استعمال نہ ہونے کے برابر ہے۔ مثلاً "زحمات"۔ دوسری طرف مقامی زبان میں عام استعمال ہونے والے الفاظ بھی ان کی شاعری میں مل جاتے ہیں لفظ "صافہ" گو اپنی اصل کے اعتبار سے عربی سے آیا ہے لیکن اردو میں اس کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے۔ سرائیکی میں شاید سندھی کے راستے آیا ہو گا۔ "المیہ" میں بہت خوب صورتی سے "صافے" استعمال ہوا ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو نظم "المیہ" صرف و نحو، صوتیات، معنیات وغیرہ کا عمدہ نمونہ پیش کرتی ہے۔ ہر بند اپنے سے اگلے بند کا جواب ہے۔ ان بندوں میں باہمی جڑت اس قدر ہے کہ کہیں بھی تفہیم میں الجھن پیش نہیں آتی۔ ہر بند میں پہلے چار مصرعوں میں بات چلا کر آخری دو مصرعوں میں نچوڑ پیش کر دیا گیا ہے۔ پھر اس نتیجہ کو اگلے بند کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ اس طرح دس کے دس بند ایک خاص نحوی ترتیب سے آگے بڑھتے ہیں۔ سماج کے اندر جن جن رویوں سے شاعر کا سامنا رہا ان کا بیان نظم میں ایک خاص ترتیب سے موجود ہے۔ جس معاشرے میں اظہار پر پابندی ہو۔ جہاں فرد مذہبی منافرت، سماجی و تہذیبی بندشوں کا شکار ہو وہاں "المیہ" ایسی نظم کا سامنے آنا اچنبھے کی بات نہیں۔

خیال امروہی کی اس نظم میں اسمیہ اسلوب ہے تاہم افعال کا فن کارانہ استعمال بھی نظم کی تاثیر میں اضافے کا سبب ہے۔ رواں بحر اور تراکیب و مرکبات کا خوب صورت استعمال زیرِ سطح معنیاتی نظام میں حسن پیدا کرتا ہے۔

حوالہ جات

1. گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر: ادبی تنقید اور اسلوبیات، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2016ء، ص16
2. خلیل احمد بیگ، مرزا، پروفیسر: تنقید اور اسلوبیاتی تنقید، علی گڑھ، مسلم یونی ورسٹی، 2015ء، ص50
3. جسارت خیالی (مرتب): کلیاتِ خیال امروہی، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز کتاب مارکیٹ اردو بازار، 2018ء، ص227

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

4. ایضاً، ص228

5. ایضاً، ص228

6. ایضاً، ص229

7. ایضاً، ص 227تا230

8. گوپی چند نارنگ: اسلوبیات اقبال، مشمولہ اردو میں اسلوب اور اسلوبیات کے مباحث، (مرتب) قاسم یعقوب، کراچی، سٹی بک پوائنٹ، 2017ء، ص293